حضرت ابراھیم علیہ السّلام اور آزر کا رشتہ

تصنیف لطیف

فیض ملت، آفتابِ اہلسنّت، امام المناظرین، رئیس المصنفین

مفتی محمد فیض احمد اُویسی رضوی مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ و السلام علیک یا رحمۃ للعالمین ﷺ

حضرت ابراھیم علیہ السلام
اور
آزر کا رشتہ

شمس المصنفین، فقیہ الوقت، فیضِ ملت، مفسرِ اعظم پاکستان

حضرت علامہ ابو الصالح مفتی محمد فیض احمد اُویسی رضوی دامت برکاتہم القدسیہ

()......☆......☆......☆......()

()......☆......☆......()

()......☆......()

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہٖ الکریم

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کو کافر ثابت کرنا مخالفین کی نبوت سے بغض وعداوت کی دلیل ہے وہ نہ صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کو کافر کہتے ہیں بلکہ یہ لوگ تو حضور نبی کریم ﷺ کے ماں باپ کو بھی کافر، جہنمی مانتے ہیں اور چونکہ مسئلہ رسول اکرم ﷺ کی عظمت سے متعلق ہے۔اسی لئے ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم اس کے متعلق بھرپور دلائل قائم کریں مخالفین کا اس سے انکار رسول اللہ ﷺ کی نہ صرف ایک گستاخی بلکہ متعدد گستاخیوں کا مجموعہ ہے مثلاً

(۱) اس عقیدہ کا انکار کہ حضور ﷺ تمام مخلوق سے پہلے پیدا ہوئے ہیں۔

(۲) حضور ﷺ نور ہیں جبکہ ابھی آدم علیہ السلام پیدا نہیں ہوئے تھے تو بھی آپ ﷺ نور کے رنگ میں موجود تھے۔

(۳) وہی نور پاک اور طاہر ومطہر پشتوں اور شکموں میں تشریف لائے چونکہ آزر کا کفر وشرک واضح ہے اسی لئے ہم اسے ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں مانتے اور مخالفین چونکہ مذکورہ بالا عقائد ومسائل کے منکر ہیں اسی لئے اس مسئلہ میں دلائل دیتے ہیں تاکہ ان کا بھرم رہ جائے۔لیکن الحمدللہ اہل سنت نے اس مسئلہ کو دلائل سے ثابت کر دکھلایا۔اس سے واضح ہوا کہ آپ اول الخلق ہیں اور نور ہیں اور جن پشتوں اور شکموں میں تشریف لائے وہ مومن اور جنتی ہیں۔دلائل وتحقیق کے لئے رسالہ حاضر ہے بنام "القول الاظہر فی تحقیق لابیہ آزر"

اس کا آغاز ہوتا ہے اس آیت میں جملہ جس سے مخالفین نے استدلال سمجھا ہے۔

واذ قال ابراھیم لابیہ

اور جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ سے اس آیت سے مخالفین استدلال کر کے کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کا باپ آزر تھا اور نہ صرف یہی آیت بلکہ متعدد آیات میں خود حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر کو باپ کہا۔ سورۃ مریم شریف میں ہے

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا o اِذْقَالَ لِاَبِيْهِ يٰاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا o يٰاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا o يٰاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا o يٰاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا o (پارہ ۱۶، سورۃ مریم، ایت ۴۵۔۴۱)

ترجمہ: اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو بیشک وہ صدیق تھا غیب کی خبریں بتاتا۔ جب اپنے باپ سے بولا اے میرے باپ کیوں ایسے کو پوجتا ہے جو نہ سنے نہ دیکھے اور نہ کچھ تیرے کام آئے۔ اے میرے باپ بیشک میرے پاس وہ علم آیا جو تجھے نہ آیا تو تُو میرے پیچھے چلا آ میں تجھے سیدھی راہ دکھاؤں۔ اے میرے باپ شیطان کا بندہ نہ بن بیشک شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے۔ اے میرے باپ میں ڈرتا ہوں کہ تجھے رحمٰن کا کوئی عذاب پہنچے تو تُو شیطان کا رفیق ہوجائے۔

ان آیات کے علاوہ دیگر مقامات پہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر کو اب (باپ) کہا۔

نہ صرف ابراہیم علیہ السلام نے یہ کلمہ باپ کے لئے فرمایا ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے قرآن مجید میں ہے چنانچہ ان سے جب ابراہیم علیہ السلام نے انہیں ذبح کرنے کے لئے خواب سنایا تو اُنھوں نے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے کہا

يٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ (پارہ ۲۳، سورۃ الصافات، ایت ۱۰۲)

ترجمہ: اے میرے باپ کیجئے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے۔

وغیرہ وغیرہ۔ چند آیات فقیر آگے چل کر عرض کریگا۔

اب بمعنی چچا

مخالفین نے آیت میں صرف اپنے مسلک کو سچا ثابت کرنے کے لئے اب بمعنی باپ پر اڑ گئے ہیں حالانکہ لغت

اور تفاسیر میں اب کا معنی صرف باپ نہیں لکھا بلکہ اب بمعنی چچا وغیرہ بھی قرآن وحدیث میں واقع ہوا ہے۔

موقف اہلسنت

آیت

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ (پارہ ۷، سورۃ الانعام، ایت ۷۴)

ترجمہ: خبردار اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا۔

میں اب بمعنی چچا ہے اس میں اہل سنت کا موقف ہے کہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر نہیں تھا لیکن ہمارے دور میں گستاخانِ رسول ﷺ کا گمان ہے کہ آزر ہی آپ کا باپ تھا ان کو لفظ اب سے غلط فہمی ہوئی ہے چونکہ ان کا مقصد صرف اور صرف انبیاء علیہم السلام کی شان گھٹانا ہے اسی لئے بلا تحقیق اور سرسری طور جو لفظ مل گیا اسی کا سہارا لے کر اپنا جی بہلاتے ہیں ورنہ تحقیق کا میدان کھلا ہے۔ ہم اہل فہم کو دعوت دیتے ہیں کہ آیئے ہمارے اس میدان کی سیر کیجئے۔

تحقیق اَہل سنت

عربی میں لفظ والد اب دونوں باپ پر بولتے ہیں مگر لفظ اب عام ہے اور والد خاص ان میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے اسی لئے ہر والد اب ہے لیکن ہر اب ولد نہیں۔ آیت میں لفظ اب سے اگر باپ مراد ہوسکتا ہے تو چچا بھی مراد لیا جاسکتا ہے جب یہ لفظ محتمل المعنی ہے تو اسے ایک معنی پر محمول کرنا قرآن نہ سمجھنے کی دلیل ہے لیکن اب سے باپ مراد لینے سے گستاخی رسول ﷺ کا ارتکاب لازم آتا ہے اور چچا مراد لینے سے اس جرم سے احتراز۔ اسلام وقرآن ادب کا درس دیتے ہیں نہ کہ گستاخی اور بے ادبی کا نیز آنے والے دلائل بتاتے ہیں کہ اب سے یہاں چچا مراد ہے ورنہ بہت سی آیات و احادیث کا خلاف ہوتا ہے جس کی تفصیلی ہم آگے چل کر عرض کریں گے۔

اجمالی دلائل

عربی محاورات وقرآنی آیات واحادیث مبارکہ میں اب بہت سے معانی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ "اب" کو چچا بلکہ سارے خاندان کو استاد کو شیخ کو حتی کہ عربی کو بھی (اب) کہہ دیتے ہیں۔

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ (پارہ ۴، سورۃ النساء، ایت ۲۲)

ترجمہ: اور باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو۔

یہاں آباء سے مراد سارے اُصول ہیں باپ دادا اور پڑدادا کہ ان سب کی منکوحہ بیویاں حرام ہیں۔

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ (پارہ ۱۲، سورۃ یوسف، ایت ۳۸)

ترجمہ: اور میں نے اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کا دین اختیار کیا ۔

یہاں آبا سے مراد چچا بھی ہے۔ حضرت اسماعیل جناب یعقوب علیہ السلام کے چچا تھے

مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَ نَا (پارہ ۷، سورۃ المآئدۃ، ایت ۱۰۴)

ترجمہ: جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔

آبا سے مراد استاد بھی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ

ردوالی ابی

یعنی میرے باپ عباس کو میرے پاس لاؤ۔ یہاں (اب) سے مراد چچا ہے۔

اب بمعنی محب اور دوست بھی آیا ہے جیسے ابو ہریرہ۔ ایسے ہی جو شے کسی کے ہاں بکثرت ہوا ہو اُسے بھی اب کہا جاتا ہے جیسے ابوحنیفہ اور ماموں، سسر وغیرہ وغیرہ پر اب کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس کے متعلق مزید تفصیل آئے گی۔

(انشاءاللہ تعالیٰ)

خلاصہ یہ کہ اب بہت عام ہے مگر والد اکثر سگے باپ کو کہتے ہیں

وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا (پارہ ۱، سورۃ البقرۃ، ایت ۸۳)

ترجمہ: اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔

یوں ہی لفظ اُم عام ہے سگی ماں، رضائی ماں، سوتیلی ماں، دادی، نانی کو ام کہہ دیتے ہیں۔

وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَكُمْ (پارہ ۴، سورۃ النساء، ایت ۲۳)

ترجمہ: اور تمہاری مائیں جنہوں نے دودھ پلایا۔

عربی میں دائی دودھ پلانے والی کو بھی ام کہتے ہیں۔

حُرِّمَتْ عَلَیْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ (پارہ ۴، سورۃ النساء، ایت ۲۳)

ترجمہ: حرام ہوئیں تم پر تمہاری مائیں۔

اس میں سگی ماں، سوتیلی ماں، دادی، نانی کو اُم فرمایا مگر والدہ عموماً سگی ماں کو کہتے ہیں۔

وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَھُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ (پارہ۲،سورۃ البقرۃ،ایت۲۳۳)

ترجمہ: اور مائیں دودھ پلائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس۔

کاملتین جب سمجھ لیا تو سمجھو کہ قرآن پاک نے ہر جگہ آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا (اب) فرمایا ہے کہیں والد نہیں فرمایا۔

فائدہ

معلوم ہوا کہ آزر کو قرآنِ حکیم میں سگا باپ یعنی والد نہیں فرمایا بلکہ ہر جگہ اب فرمایا ہے۔آزر اب بھی چچا ہے۔

محققین مفسرین کی رائے بھی یہی ہے چنانچہ امام جلال الدین سیوطی نے مسالک الحنفأ میں مفردات امام راغب نے تفسیر کبیر اور روح المعانی وغیرہ میں کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا اور بت پرست تھا اور آپ کے والد تارخ تھے جو مومن موحد تھے۔تفسیر ابن کثیر نے یہی کہا ہے بعض نے کہا کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کوئی اور رشتہ دار نہ تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد کا نام تارخ تھا اور ماں کا نام تملی تھا۔

مفسرین کرام نے اس مسئلہ کا بہت سی آیات واحادیث سے استدلال کیا ہے منجملہ ان کے ایک یہ ہے۔

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ (پارہ۱۱،سورۃ التوبۃ،ایت۱۲۸)

ترجمہ: بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول۔

یعنی یہ رسول نفیس ترین جماعت سے پیدا ہوئے۔معلوم ہوا کہ از آدم تا حضرت عبداللہ تک سارے لوگ نفیس تھے اگر آزر حضرت ابراہیم کا باپ ہو تو حضور ﷺ کے نسب مبارک میں شامل ہوگا مگر کافر خسیس ہے،خبیث ہے،نجس ہے اس لئے نفیس نہیں ہوسکتا۔حضور ﷺ نے فرمایا میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا ہوں۔

معلوم ہوا کہ از آدم تا حضرت عبداللہ حضور کے سارے دادے دادیاں نانے نانیاں پاک ہیں۔یہ تمام احادیث اور آیات مقدسہ کیا ختم ہوگئی ہیں۔حضرت ابراہیم کی سخت گفتگو بتارہی ہے کہ آزر آپ کا باپ نہیں تھا کیونکہ ماں باپ اگرچہ کافر ہی ہوں مگر ان سے گفتگو نرم لہجے میں کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ابراہیم علیہ السلام کی سخت گفتگو کی آیات ملاحظہ ہوں۔

وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا ○ اِذْ قَالَ لِاَبِیْہِ یٰاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ وَلَا یُغْنِیْ عَنْکَ شَیْئًا ○ یٰاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ یَاْتِکَ فَاتَّبِعْنِیْٓ اَھْدِکَ صِرَاطًا سَوِیًّا ○ یٰاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ اِنَّ الشَّیْطٰنَ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا ○ یٰاَبَتِ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یَّمَسَّکَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ

فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ٥ (پارہ ۱۶، سورۃ مریم، ایت ۴۵۔۴۱)

ترجمہ: اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو بیشک وہ صدیق تھا غیب کی خبریں بتاتا۔ جب اپنے باپ سے بولا اے میرے باپ کیوں ایسے کو پوجتا ہے جو نہ سنے نہ دیکھے اور نہ کچھ تیرے کام آئے۔ اے میرے باپ بیشک میرے پاس وہ علم آیا جو تجھے نہ آیا تو تُو میرے پیچھے چلا آ میں تجھے سیدھی راہ دکھاؤں۔ اے میرے باپ شیطان کا بندہ نہ بن بیشک شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے۔ اے میرے باپ میں ڈرتا ہوں کہ تجھے رحمٰن کا کوئی عذاب پہنچے تو تُو شیطان کا رفیق ہوجائے۔

ان آیات کے تراجم ابتدا میں بھی ہم نے لکھ دیئے ہیں۔

حالانکہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صابر فرمایا ہے۔

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ (پارہ ۱۱، سورۃ التوبہ، ایت ۱۱۴)

ترجمہ: بیشک ابراہیم ضرور بہت آہیں کرنے والا متحمل ہے۔

خلیل وحبیب علیہم الصلوٰۃ والسلام کا نسب نامہ

تفسیر روح البیان میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک درج ہے مگر اس نسب میں کہیں آزر کا نام ونشان نہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک کل باوان حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب میں آتے ہیں جن میں سے تیس میں اختلاف ہے باقی انیس میں اتفاق۔ ان میں سے چھ حضرات نبی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب نامہ جو تفسیر روح البیان میں ہے وہ یوں ہے

(۱) حضرت آدم علیہ السلام (۲) حضرت شیث علیہ السلام (۳) انوش (۴) قینان (۵) مہلائیل (۶) برد (۷) ادریس (۸) متوشلخ (۹) لمک (۱۰) نوح (۱۱) سام (۱۲) رفشند (۱۳) شالخ (۱۴) عابر (۱۵) فالخ (۱۶) ارغو (۱۷) شاروخ (۱۸) ناخور (۱۹) تارخ (۲۰) ابراہیم (۲۱) اسماعیل (۲۲) (۲۳) حمل (۲۴) نبت (۲۵) سلامان (۲۶) ہمیسع (۲۷) یصرب (۲۸) خمیسع (۲۹) یسع (۳۰) اوز (۳۱) عدنان (۳۲) سعد (۳۳) (۳۴) (۳۵) یاس (۳۶) مدرکہ (۳۷) خزیمہ (۳۸) کنانہ (۳۹) نضر (۴۰) مالک (۴۱) فہر (۴۲) غالب (۴۳) لوی (۴۴) کعب (۴۵) مرہ (۴۶) کلاب (۴۷) قصی (۴۸) عبدالمناف (۴۹) ہاشم (۵۰) شیبہ (۵۱) عبداللہ (۵۲) محمد صلی اللہ علیہ وسلم

یہ کُل باون نام ہیں جن میں سے کوئی مشرک اور کافر نہیں سب مومن موحد متقی ہیں ان میں کُل چھ نبی ہیں ۔

حضرت آدم، حضرت شیث، حضرت ادریس، حضرت نوح، حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل (علیہم السلام)۔

(تفسیر روح البیان وغیرہ)

اهل سنت کا قرآن سے استدلال

آیات قرآنیہ کی ترتیب ذیل سے بھی ہمارا مدعا روز روشن سے بھی روشن تر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَاغْفِرْ لِاَبِیْۤ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ (پارہ ۱۹، سورۃ الشعرآء، ایت ۸۶)

ترجمہ: اور میرے باپ کو بخش دے بیشک وہ گمراہ ہے۔

اور یہ دعا ایک وعدہ پر مبنی ہے جسے خود قرآن مجید نے بتایا کہ انبیاء علیہم السلام چونکہ عہد و وعدہ کے پابند ہوتے ہیں اسی لئے دعا کر دی لیکن جب دیکھا کہ یہ ازلی بدقسمت ہے تو اس کے لئے دعا ترک فرمادی۔ چنانچہ باری تعالیٰ نے فرمایا

قَالَ سَلٰمٌ عَلَیْكَ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْ (پارہ ۱۶، سورۃ مریم، ایت ۴۷)

ترجمہ: کہا بس تجھے سلام ہے قریب ہے کہ میں تیرے لئے اپنے رب سے معافی مانگوں گا۔

وَ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِیَّاهُ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ

(پارہ ۱۱، سورۃ التوبۃ، ایت ۱۱۴)

ترجمہ: اور ابراہیم کا اپنے باپ کی بخشش چاہنا وہ تو نہ تھا مگر ایک وعدے کے سبب جو اس سے کر چکا تھا پھر جب ابراہیم کو کھل گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے اس سے تنکا توڑ دیا۔

یہ ابراہیم علیہ السلام کی جوانی کے ادوار کی دعاؤں کا بیان ہے اسی دور جوانی اور اب کی دعائے بیزاری کی تصریح موجود ہے پھر بڑھاپے میں باپ کے لئے دعا مانگنا نبی خلیل علیہ السلام سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ ○ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ○ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ○

(پارہ ۱۳، سورۃ ابراھیم، ایت ۳۹۔۴۱)

ترجمہ: سب خوبیاں اللہ کو جس نے مجھے بوڑھاپے میں اسماعیل واسحٰق دیئے بیشک میرا رب دعا سننے والا ہے۔اے

میرے رب مجھے نماز کا قائم کرنے والا رکھ اور کچھ میری اولاد کو اے ہمارے رب اور میری دعا سن لے۔ اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔

ان مختصر دلائل سے واضح ہوا کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا کیونکہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یقین ہوگیا کہ آزر نہیں مانتا تو بحکم خداوندی اس کے لئے دعا مانگنے سے بیزاری کا اظہار کردیا۔ جب بیزاری کا اعلان کردیا تو شانِ خلیلی کے خلاف ہے کہ وہ اس کے لئے دعا مانگیں جیسا کہ کہا

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ (پارہ ۲۹، سورۃ نوح، ایت ۲۸)

ترجمہ: اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو۔

اور یہ دعا بڑھاپے میں مانگی چنانچہ اوپر **علی الکبر** (بڑھاپے میں) کی تصریح موجود ہے۔ ثابت ہوا کہ جن آیات میں اب آیا ہے وہاں آزر اب بمعنی چچا ہے اور حقیقی باپ کے والدی کہہ کر دعا فرمائی۔

بڑھاپے میں دعا کی دلیل

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے حقیقی والدین کے لئے بڑھاپے میں دعا کی۔ حضرت اسماعیل و اسحاق علیہم السلام کی ولادت ہوچکی تھی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام جب پیدا ہوئے اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لئے اپنے والدین کے لئے اور مومنین کے لئے دعا فرمائی۔

تفصیلی دلائل

قرآن مجید میں چند آیات ہیں جن میں اشارہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہ تھا۔ ان آیات کے علاوہ دیگر آیات فقیر نے اپنی تصنیف ''اصل الاصول فی ایمان اصول الرسول'' میں لکھی ہیں چند نمونے حاضر ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ ایمان اصول النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام عقائد سے نہیں عقیدتوں میں سے ہے لہٰذا ہمارا اور روافض کا اتحاد صرف نفس مسئلہ میں ہے ورنہ نفس مسئلہ کے اتحاد سے بھائی بھائی نہیں بن جاتا۔ اس موضوع پر فقیر نے علیحدہ کتاب ہے۔ ''اصل الاصول فی ایمان آباء الرسول'' (آباء النبی ﷺ)

حضور ﷺ کے آباؤ امہات حضرت عبداللہ تا حضرت آدم علیہ السلام تمام مؤمن وموحد تھے اور امہات از حضرت حوا تا حضرت آمنہ رضی اللہ عنہم عنھن سب ہی موحد و مومن تھے آپ کے سلسلہ نسب میں کوئی مشرک یا کافر نہیں۔

قرآنی آیات

آیت نمبر ۱

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ (پارہ۲،سورۃ البقرۃ،ایت ۲۲۱)

ترجمہ: اور بیشک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے۔

یہ مسئلہ قطعی ہے کہ مسلمان چاہے حسب نسب میں کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو وہ مشرک اعلیٰ قوم واولی نسب سے بدرجہا بہتر وافضل ہے۔

حدیث نمبر ۱

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

بعثت ومن خیر قرون بنی آدم قرناً حتی کنت من القرن الذی کنت منه (رواہ البخاری عن ابوھریرہ)

ہر قرن وطبقہ میں تمام قرون آدم کے بہتر سے بھیجا گیا ہوں یہاں تک کہ اس قرن میں ہوا جس سے پیدا ہوا اب اس حدیث کو آیت مذکورہ سے ملایا جائے تو دعویٰ واضح ہوجائے گا کیونکہ آیت میں فرمایا گیا ہے مشرک سے مومن غلام بہتر ہے اور حضور ﷺ کے ارشاد سے پتہ چلا ہے کہ میں خیر قرون سے ہوں۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ ایمان والوں کی پشت سے ہوں (وھوالمدعی)

حدیث نمبر ۲

لم یزل علی وجهه الدهر والارض سبعة مسلمین فصاعدا فلولا ذالك هلكت الارض ومن علیها

روئے زمین پر ہر زمانے میں کم سے کم سات مسلمان رہے ہیں۔ ایسا نہ ہوتا تو زمین واہل زمین سب ہلاک ہوجاتے۔

(اخرجه) عبدالرزاق و ابن منذر بسند صحیح علی شرط الشخیین

فائدہ

ان ساتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کو شمار کیا جائے تو کون سا حرج ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کو انبیاء علیہم السلام کا اعزاز واکرام مطلوب ہے۔ یہی اسلاف صالحین نے فرمایا چنانچہ حضرت علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ

والمعنی ان الکافر لا یستأ هل شرعاً ان یطلق انه من خیر القرون (الخ)

یعنی شرعاً کافر ہرگز اس کا اہل نہیں ہوسکتا کہ وہ خیر قرن سے ہو۔ خیر قرن مومن ہی ہوسکتا ہے۔

لہٰذا حضور ﷺ کے اُصول سب مومن ہی قرار پائے۔

آیت نمبر ۲

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (پارہ ۱۰، سورۃ التوبۃ، ایت ۲۸)

ترجمہ: مشرک نرے ناپاک ہیں۔

حدیث نمبر ۳

حضور ﷺ کا ارشاد ہے

لم ازل انقل من اصلاب الطاھر ین الیٰ ارحام الطاھرات۔

(رواہ ابونعیم فی دلائل النبوۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

یعنی میں ہمیشہ پاک مردوں کے پشتوں سے پاک بیبیوں کے پیٹوں کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

اب مندرجہ بالا آیت وحدیث کو آپس میں ملایا جائے تو مطلب بالکل واضح ہوجائے گا کیوں کہ قرآن عظیم الشان نے بلاشبہ مشرکین کے نجس ہونے کا فیصلہ فرمایا اور حدیث پاک میں حضور ﷺ نے اپنے آباء امہات کو طیب وطاہر فرمایا۔

آیت نمبر ۳

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (پارہ ۲۸، سورۃ المنافقون، ایت ۸)

ترجمہ: اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

اس آیت میں عزت واکرام کا حصر اللہ جل وعلیٰ نے مومنین میں فرمایا اور کافر چاہے کیسا ہی اُونچے قوم کا کیوں نہ ہو ذلیل ولئیم ٹھہرا۔ نبی کا کسی بھی ذلیل لئیم کی پشت اور نسب سے ہونا کوئی مدح نہیں۔ حالانکہ اس آیت کریمہ کو اللہ تعالیٰ نے حضور کے مقامِ مدح میں نازل فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے آباؤ اجداد اشرف تھے اور اشرف کافر و مشرک نہیں ہوسکتا بلکہ مومن موحد ہی اشرف واکرم ہوسکتا ہے۔

عقلی دلیل

کسی ذلیل اور رذیل شخص پر نسب میں فخر کرنا عقلاً اور عرفاً باطل ہے لیکن نبی کریم ﷺ نے اپنے فضائل کریمہ کے بیان میں رجز اور مدح کے متعدد دفعہ اپنے آباء کرام وامہاتِ طیبات کا ذکر فرمایا۔ جنگ حنین میں جب کچھ دیر کے

لئے کفار نے غلبہ پایا اور چند لوگ پناہ رسالت میں باقی رہے اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول پر جلالیت طاری ہوئی اور فرمایا

انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب

میں نبی ہوں کچھ جھوٹ نہیں میں بیٹا ہوں عبدالمطلب کا۔

(رواہ احمد والبخاری ومسلم ونسائی عن براابن عازت رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

آیت نمبر ٤

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (پارہ ۸، سورۃ الانعام، آیت ۱۲۴)

ترجمہ: اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے۔

رب العزت سب سے زیادہ معزز و محترم جگہ وضع رسالت کے لئے انتخاب فرماتا ہے لہٰذا کبھی کم قوموں رذیلوں میں رسالت نہیں رکھی۔ پھر کفر وشرک سے زیادہ رذیل کون سی چیز ہو سکتی ہے وہ کیونکر اس قابل ہو کہ اللہ عزوجل نورِ رسالت اس میں ودیعت رکھے۔ کفار محل غضب ولعنت ہیں اور نورِ رسالت کے وضع کو محل رضا رحمت درکار ہے تو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اصلابِ طیبہ سے ارحامِ طاہرہ کی طرف گردش کرتا ہوا حضرت عبداللہ اور آمنہ خاتون کے درمیان ظاہر ہوا۔ وہ سب کے سب کفر وشرک الحاد و بے دینی کے آلودگیوں سے پاک ومنزہ تھے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ○ (پارہ ۳۰، سورۃ البینۃ، آیت ۶، ۷)

ترجمہ: بے شک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔ بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں۔

حدیث نمبر ٤

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

انامحمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ھاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ ن کعب بن لوی بن غالب بن فھر بن مالك بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن نزار بن معد بن عدنان ما فترت الناس فرقتین الا جعلنی اللہ فی خیرھما فاخرجت من بین ابوی فلم یصبنی شئی

من عهدالجاهلية وخرجت من نكاح ولم اخرج من سفاح من لدن آدم حتى التهيت الى ابى و امى فانا خير كم نفسا و خير كم ابا ؤ فى لفظ فانا خير كم نسبا و خير كم اباً۔

میں ہوں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم یوں ہی اکیس پشت تک نسب نامہ مبارک بیان کر کے فرمایا کبھی لوگ دو گروہ نہ ہوئے مگر یہ کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بہتر گروہ میں کیا تو میں اپنے ماں باپ سے اس طرح پیدا ہوا کہ زمانہ جاہلیت کی کوئی بات مجھ تک نہ پہونچی اور میں خالص نکاحِ صحیح سے پیدا ہوا۔ آدم سے لے کر اپنے ابوین تک ۔تو میرا نفس کریم سب سے افضل اور میرے باپ تم سب کے آباء سے بہتر۔

آیت مندرجہ بالا میں رب العزت نے کفار اور مشرکین کو شر البریہ فرمایا اور حضور ﷺ نے فرمایا

انا خیر کم اباًو نفساً

میں تم سے ذات اور باپ کے اعتبار سے اچھا ہوں

جس سے آفتابِ نیم روز سے مطلوب زیادہ روشن ہوا کہ سلسلۂ نبوی میں کوئی مشرک داخل نہیں ورنہ حضور کا خیراب ہونا کس طرح ثابت ہوسکتا ہے۔

مختارون وان الآباء کرام ولامهات طاهرات وایضاً قال تعالیٰ وتقلبك فى الساجدين على احدا التفاسير فيان المر او فنقل نوره من ساجد انی مساجدالخ

یعنی نبی کریم ﷺ کے سلسلہ نسب میں (جتنے انبیاء ہیں وہ تو انبیاء ہی ہیں) اس کے سوا حضور ﷺ کے پاس جس قدر آباء وامہات آدم وحوا تک ہیں ان میں کوئی کافر نہ تھا کہ کافر کو پسندیدہ یا کریم یا پاک نہیں کہا جاسکتا اور حضور ﷺ کے آباء امہات کی نسبت حدیثوں میں تصریح کی گئی ہے کہ وہ سب پسندیدہ بارگاہ الٰہی ہیں۔ ابا سب کرام ہیں مائیں سب پاکیزہ ہیں۔ آیۂ کریمہ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ٥ (پارہ ۱۹،سورۃ الشعرآء،آیت ۲۱۹) (اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو۔) کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ نبی علیہ السلام کا نور ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا آیا۔ اس سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ حضور ﷺ کے والدین ماجدین اہل جنت ہیں کیونکہ ساجد مشرک وکافر نہیں ہوتے مومن وموحد ہی ہوتے ہیں۔

فائدہ

آیت ہٰذا کی مزید تفاسیر یہ ہیں۔

(۱)حضور ﷺ تہجد گزاروں کا جائزہ لیتے کون پڑھتا ہے کون نہیں۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ

(۲)حضور ﷺ نے فرمایا

مایخفی علیٰ رکوعکم وخشوعکم

گویا نمازوں میں اپنی توجہات سے گھوم رہے ہیں۔

(۳)محبوب نماز میں تیرے رکوع وسجود کو خدا دیکھتا ہے۔

احادیث مبارکہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کے مؤمن ہونے پر مندرجہ ذیل احادیث دلالت کرتی ہیں۔

(۱) صحیح بخاری شریف کے یہ الفاظ ہیں ابوسفیان نے جواب دیا

هو فينا ذو نسب

وہ ہم میں بڑے نسب والا ہے

حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں بزاز کی روایت میں یہ الفاظ زائد بھی ہیں

لا يفضل عليه احد

یعنی حسب ونسب اور خاندانی شرف میں کوئی ان سے بڑھ کر نہیں۔(فتح القدیر جلد ۸، صفحہ ۱۶۲)

قیصر روم کے اس سوال اور ابوسفیان کے اس جواب سے حضور ﷺ کے حسب ونسب کا عمدہ ہونا مطہر ہوا۔ مقدس ہونا واضح طور پر سمجھ آرہا ہے پھر قیصر نے اپنی زبان سے بھی اعتراف کیا

وكذالك الرسل تبعث في نساب قومها

پیغمبر ہمیشہ شریف خاندان سے ہی ہوتے ہیں

بت پرستی، جہالت، کفر، بدکرداری شرافت کے منافی ہیں۔

فائدہ

علامہ آلوسی نے اس ضمن میں ابوالحسن علی الماوردی کی کتاب اعلام النبوت سے یہ عبارت نقل کی ہے

كما كان انبياء الله صفوة عباره وخير خلقه استخلفهم من اكرم العناصر حفظا لنبهم من جرح الخ۔

(علام النبوت صفحہ ۱۴۴)

نبی اللہ تعالٰی کے تمام بندوں سے چنے ہوئے ہوتے ہیں اور اس کی تمام مخلوق سے بہتر ہوتے ہیں انہیں ایسے عناصر سے چنا ہے جو کریم ہیں اور ایسے رشتوں سے انہیں مضبوط کیا ہے جو نہایت پختہ ہیں۔

تا کہ ان کی نسبت کے ہر اعتراض سے حفاظت کی جاسکے اور ان کے منصب کو ہر عیب سے بچایا جاسکے تا کہ لوگوں کے نفوس ان کے سامنے سر جھکالیں اور ان کے دل ان کی باتوں کو غور سے سن سکیں اور ان کا حکم سننے میں جلدی کریں اور ان کے حکم ماننے میں کوتاہی نہ کریں۔

(۲) حضور ﷺ نے فرمایا

انا سید ولد آدم ولا فخر

میں اولادِ آدم کا سردار ہوں

اگر خدانخواستہ کوئی نسبی خامی واقع ہو تو سردار کیسے ہوں یعنی کسی نقص کا ہونا سردار ہونے کے منافی ہے۔

فائدہ

عربوں میں بھی نسب دانی کا خاصا اہتمام ہوتا تھا۔ انسان تو انسان جانوروں کے نسب بھی یاد رکھے جاتے تھے اور ان پر فخر کیا جاتا تھا۔ نسب میں یہاں تک خیال رکھا جاتا تھا کہ کون آزاد عورت کے بطن سے ہے اور کون لونڈی کے۔ کس نے شریف عورت کا دودھ پیا ہے اور کس نے رذیلہ کا جیسا کہ حلیمہ بن اکوع کے شعر سے واضح ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا آج معلوم ہوگا کس نے آزاد عورت کا دودھ پیا ہے اور کس نے لونڈی کا میں اکوع کا بیٹا ہوں۔ دورِ جاہلیت کے ایک اور شعر سے مزید اس صورت کا پتہ چلتا ہے کہ عربوں میں نسب کے سلسلہ میں کس قدر احساس تھا وہ کہتا ہے

لو کنت من مازن لم تستبح ابلی

بنو اللقیط من ذھل بن شیبانا

اگر میں قبیلہ مازن سے ہوتا تو ایک ترک سیر سے اُٹھائی گئی عورت کے بیٹے جو قبیلہ ذھل بن شیبان سے منسوب ہیں ہرگز میرے اُونٹ نہ پکڑ سکتے۔

اس شاعر نے انہیں حقارت کی نظر سے **بنو اللقیط** سے تعبیر کیا ہے۔

انتباہ

نبی پاک کو نسب کا علم اتنا وسیع تر تھا کہ اہل اسلام تو سر تسلیم خم کرتے یہودیوں کو بھی اقرار تھا کہ آپ نسب میں بہت

بڑے عالم ہیں۔اس علمی قوت پر آپ نے اپنا طیب وطاہر بتایا۔

فائدہ

اسی لئے علامہ ابوالحسن علی الماوردی نے اپنی کتاب اعلام النبوۃ میں بطور فیصلہ لکھا ہے کہ حضور ﷺ کے آباؤ اجداد میں کوئی شخص بھی رذیل نہیں۔سب آباؤ اجداد شریف عظیم سردار اور قائد ہیں۔تمام کے تمام عقلاء حکماء سادات تھے۔جن آباؤ اجداد کے ملت ابراہیمی پر ہونے کے واضح دلائل نہیں ملتے ان کے حالاتِ زندگی ان کے سلیم الفطرت ہونے پر واضح دلائل ہیں۔اسی مقام پر ان کی دوسری جاندار دلیل اس طرح ہے۔

شرف النسب من شروط النبوة

نسب کا اعلیٰ ہونا نبوت کے شرائط میں ہے۔

(۳) سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے

قال رسول اللہ ﷺ فاهبطنی اللہ الی الارض فی صلب آدم وجعلنی فی صلب نوح و قذف بی فی صلب ابراهیم لم یزل اللہ یتقلنی من الاصلاب الکریمه الی ارحام الطیبة حتی اخرجنی من بین ابوبی لم یلتقیا علیٰ سفاح۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ وخصائص الکبریٰ جلد ا صفحہ ۳۹)

حضور ﷺ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے صلب امام میں رکھ کر زمین پر اُتارا اور مجھے صلب نوح اور صلب ابراہیم علیہم السلام تک پہنچایا۔میرا اللہ تعالیٰ مجھے اصلابِ طیب اور ارحامِ طاہرہ میں منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ میں اپنے والدین سے پیدا ہوا اور آدم علیہ السلام سے لے کر میرے والدین تک کوئی زانی نہیں۔

فائدہ

نبی پاک ﷺ اتنا وثوق سے نسب کی طہارت بیان فرما رہے ہیں ورنہ عام آدمی تو اپنے والدین یا کسی دوسرے کے لئے ایسا باوثوق بیان نہیں دے سکتا۔

(۴) سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے یہ آیہ کریمہ تلاوت فرمائی

لقد جاء کم رسول من انفسکم کے بجائے "انفسکم" پڑھا اور فرمایا

انا انفسکم حساب وصهرا

میں حسب ونسب اور صہر میں تم سب سے زیادہ نفیس ترین ہوں۔ (خصائص کبریٰ جلد ۱، صفحہ ۳۹)

(۵) حضرت عباس فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ممبر پر ارشاد فرمایا

انا محمد بن عبدالمطلب ان اللہ خلق الخلق فجعلنی فی خیرھم ثم جعلھم فرقتین فجعلنی فی خیرھم قبیلۃ ثم جعلھم بیوتا فجعلنی فی خیرھم بیتا وانا خیرھم۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۳)

میں محمد ﷺ ابن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور مجھے بہترین مخلوق (انسانوں) سے پیدا فرمایا اور پھر انسانوں کے دو گروہ (عرب وعجم) کئے اور مجھے بہتر گروہ (عرب) میں رکھا پھر مجھے بہترین قبیلہ میں رکھا۔ پھر قریش کے چند خاندان تو مجھے سب سے اچھے خاندان بنی ہاشم میں سے کیا۔ میں ذاتی اور خاندانی طور پر سب سے اچھا ہوں۔

(۶) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

لم یزل الدھر سبعۃ مسلمون فصاعد افلولا ذلک ھلکت الارض ومن علیھا۔

(رواہ عبدالرزاق وابن المنذر علی شرط الشیخین

زمین پر ہر زمانہ میں کم از کم سات مسلمان ضرور رہے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین اور اہل زمین سب ہلاک ہوجاتے۔

فائدہ

جب ہر زمانہ میں سات مسلمانوں کا ہونا ضروری ہے تو ان ساتوں میں حضور ﷺ کے آباؤ اجداد میں سے تسلیم کرلیا جائے تو کیا یہ نبوت سے حسن ظن اور محبت وعقیدت کی دلیل نہ ہوگی اس میں حسن ظن رکھنے والا رسول اکرم ﷺ سے عقیدت ومحبت کرا پنے مؤمن ہونے کا ثبوت دیگا اس کے برعکس رسول اللہ ﷺ کے متعلقات میں بدگمانی، منافقت اور بے ایمانی کی نشانی ہے۔

(۷) حضور ﷺ نے فرمایا

بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی کنت فی القرن الذی کنت فیہ

ہر قرن وہر طبقہ میں تمام قرون بنی آدم کے بہتر سے بھیجا گیا یہاں کہ اس قرن میں ہوا جس میں پیدا ہوا۔

(رواہ البخاری فی صحیحہ والقاضی عیاض فی الشفاء)

حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری اسی کی شرح میں فرماتے ہیں

المراد بالبعث تقلبہ فی اصلاب ابائہ ابا فابا۔

حضور ﷺ کا خیر القرون میں مبعوث ہونے سے حضور کا تمام آباء واجداد کے پشتوں میں یکے بعد دیگرے منتقل ہونا مراد ہے۔

فائدہ

حضور ﷺ کے سلسلہ نسب میں صلب آدم علیہ السلام سے بطن حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تک تمام آباء و امہات کے اصلاب کریمہ وارحام طاہرہ میں سے ہر ایک میں نورِ مصطفوی منتقل ہوا ان میں کچھ تو انبیائے کرام علیہم السلام ہیں اور باقی تمام آباؤ وامہات مومن وموحد اور خیر القرون وخیر البریہ میں سے تھے۔ آدم علیہ السلام سے حضرت آمنہ تک سلسلہ نسب میں ایسا کوئی نہیں ہے جس میں نورِ مصطفوی منتقل نہ ہوا ہو اور نہ سلسلہ نسب میں ایسا کوئی ہے جو کافر یا مشرک رہا ہو۔ چنانچہ الصاوی علی الجلالین جلد دوم میں ہے

قاله المحققون ان نسب رسول اللہ ﷺ محفوظ من الشرك فلم یسجد احدمن ابآئه من عبداللہ الیٰ آدم لصنم قط وبذلك قال المفسرون فی قوله تعالیٰ و تقلبك فی الساجدین۔

علمائے محققین نے یہ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا سلسلہ نسب شرک سے محفوظ ہے۔ حضرت عبداللہ سے آدم علیہ السلام تک ان کے آباء واجداد میں سے کسی نے بھی کبھی کسی بت کو سجدہ نہ کیا یہی تفسیر کی ہے مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے فرمان وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ۝ (پارہ ۱۹، سورۃ الشعرآء، آیت ۲۱۹) (اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو۔) میں۔

یعنی نبی ﷺ کا نور ایک ساجد سے دوسرے تک منتقل ہوتا آیا۔

جلیل القدر صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی تفسیر تنویر المقیاس میں اسی آیت کے تحت فرمایا

ویقال فی اصلاب آبائك الاولین۔

اور ساجدین کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ

تیرے ان آباؤ اجداد کے پشتوں میں جو گزر چکے ہیں۔

نوٹ

مزید آیات واحادیث فقیر نے اپنی تصنیف "اصل الاصول فی ایمان اصول الرسول ﷺ" میں لکھ دی ہے۔

حوالہ جات تفاسیر القرآن وغیرھا

(۱) تفسیر جلالین صفحہ ۱۱۸ هو واسمه تارخ آزر اسم عمّی (۲) تفسیر جمل جلد ۲ صفحہ ۴۸ (۳) روح المعانی اس آیت کے تحت یہی نتیجہ نکالا ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا آپ کے حقیقی والد تارخ تھے (۴) سیرۃ حلبی جلد ۱ صفحہ ۴۸ میں ہے

اجمع اهل الكتاب على ان آزر كان عمه والعرب تسمى العم اباكما تسمى الخاله اماء ان اب ابراهيم كان اسمه تارخ المثناه فوق والمعجمة كما عليه جمهور اهل النسب وقيل بالمهلة وعليه اقفر۔ (الحافظ فی الفتح لا ازر)

اہل کتاب نے اجماع کیا ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا اور عرب چچا کو اب کہہ دیتے ہیں جیسے خالہ کو ماں کہتے ہیں اس معنی پر ابراہیم علیہ السلام کا باپ تارخ تھا نہ کہ آزر۔

(۵) فتاوی خیریہ جلد ۲، صفحہ ۲۶۶ میں ہے کہ

وفى القاموس آزر كها جراسم عم ابراهيم واما ابوه تارخ وذلك لان اهل الكتاب اجمهور عطى انه لم يكن اباه حقيقة بل لولم يجمعوا على ذلك لوجب تاويله بذلك جمعا بين الاحاديث۔

قاموس میں ہے آزر ہاجر کی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا ہاں آپ کے والد گرامی کا نام تارخ تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل کتاب نے اجماع کیا ہے کہ آزر آپ کا حقیقی باپ نہ تھا بلکہ اگر اجماع نہ بھی کرتے تب بھی اس کی تاویل ضروری تھی تاکہ احادیث کے درمیان مطابقت ہو۔

(۶) تفسیر صاوی تحت آیت ہذا میں ہے

وانما علیٰ عادة العرب من تسميه العم ابا

عرب کی عادت میں ہے کہ عم کو اب کہہ دیتے ہیں

(۷) اسی تفسیر صاوی میں ہے

تارخ ابوه مات فى الفترة يثبت سجوه لصنم واجاب بعضهم بمنع ان ازرابوه بل كان عمه وكان كافرا۔

بعض لوگوں نے جواب دیا کہ آزر ان کا باپ نہ تھا بلکہ چچا تھا اور کافر تھا

فی القاموس آزر اسم عم ابراهيم واسم ابيه تارخ۔ (حاشیہ تفسیر الجلالین)

(۸) مسالک الحنفاء میں امام سیوطی فرماتے ہیں

و ھذا القول اعنی ان آزر لیس ابا ابراھیم ورد عن جماعته من السلف اخرج ابن ابی حاتم بسندضعیف عن ابن عباس فی قوله (واذ قال ابراھیم لابیه آزر) قال ان ابا ابراھیم لم یکن اسمه آزر و انما کان اسمه تارخ۔

یعنی یہ قول کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر نہ تھا ایک جماعت سلف سے وارد ہوا ابن ابی حاتم بسند ضعیف ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آیت کریمہ (واذ قال ابراھیم لابیہ آزر) کی تفسیر میں روایت کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر نہ تھا اس کے باپ کا نام تارخ تھا۔

اسی میں مجاہد سے ہے

لیس از ر ابا ابراھیم

آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہ تھا

اسی میں ابن جریج سے بسند صحیح بروایت ابن المنذر ہے کہ ابن جریج نے فرمایا

لیس آزر بابیه انما ھو ابراھیم بن تیوح بن شاروخ بن ناحور بن فالخ

اسی میں اسدی سے بسند صحیح بطریق ابن ابی حاتم مروی ہوا

انه قیل له اسم ابی ابراھیم آزر فقال بل اسمه تارخ

یعنی اسدی سے کہا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر نہ تھا بلکہ ان کے والد کا نام تارخ تھا۔

(۹) قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ اپنی تفسیر میں اس مقام پر فرماتے ہیں آزر ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام تھا اور آپ کے والد کا نام تارخ تھا۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

ان آباء واله وسلم غیر الانبیاء وامائه الی آدم وحواء لیس فیه لانه لایقال فی حقه مختار وقد صرحت احادیث بانھم مختارون وان الاباء کرام ما لا مھات طاھر و ایضاً قال تعالیٰ وتقلبك فی الساجدین علی احدا لتفاسیر فیعان المراد فنقل میں ساجد الیٰ مساجدالخ۔ (رسائل سیوطی)

یعنی نبی کریم ﷺ کے سلسلہ نسب میں (جتنے انبیاء ہیں وہ تو انبیاء ہی ہیں) اس کے سوا حضور ﷺ کے پاس جس قدر آباء

وامہات آدم وحوا تک ہیں ان میں کوئی کافر نہ تھا کہ کافر کو پسندیدہ یا کریم یا پاک نہیں کہا جا سکتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء امہات کی نسبت حدیثوں میں تصریح کی گئی ہے کہ وہ سب پسندیدہ بارگاہ الٰہی ہیں۔ اباسب کرام ہیں مائیں سب پاکیزہ ہیں۔ آیہ کریمہ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ٥ (پارہ۱۹،سورۃ الشعرآء،ایت ۲۱۹) (اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو۔) کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ نبی علیہ السلام کا نور ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا آیا۔ اس سے صاف ثابت ہورہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ماجدین اہل جنت ہیں کیونکہ ساجد مشرک وکافر نہیں ہوتے مومن وموحد ہی ہوتے ہیں۔

(۱۱) حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسالک الحنفاء میں لکھتے ہیں

ویرشحه ایضا مااخرجه ابن المنذر فی تفسیره بسند صحیح عن سلیمان بن صرد قال لما اراد وان یلقوا ابراهیم فی النار جعلوا یجمعون الحطب حتی ان کانت العجوز لیجتمع الخطب فلماان ارادو ان یلقوه فی النار قال حسبی الله ونعم الوکیل فلما القوه قال الله (یانار کونی بردا وسلاما علی ابراهیم) فقال عمه ابراهیم من اجلی رفع عنه فارسل الله علیه شرارة من النار فوقعت علی قدمه فاخرقته فقد صرح فی هذا الاثر بعم ابراهیم وفیه فائدة اخریٰ وهوانه وهو انه هلك فی ایام القاء ابراهیم فی النار وقداخبر الله سبحنه فی القرآن بان ابراهیم ترك الاستغفار له لماتبین له انه عدو لله ووردت الاثار بان ذلك له لمامات مشركا وانه لم یستغفرله بعد ذلك الیٰ قوله فاستغفر لوالدیه و ذلك بعد هلاك عمه بمدة طویلة فیسقط من هذا ان الذكر فی القرآن بالكفر والتبری من الاستغفار له هو عمه لا ابوه الحقیقی فالله الحمد علے ما الهمه۔

خلاصہ عبارت یہ کہ اس قول کی تائید اس اثر سے ہوئی ہے جو ابن المنذر نے بسند صحیح سلیمان بن صرد سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا جب کافروں نے ابراہیم کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو لکڑیاں جمع کرنے لگے یہاں تک کہ بوڑھی عورت بھی لکڑیاں اکٹھا کرتی تو جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنا چاہا آپ نے "حسبی الله ونعم الوکیل" فرمایا یعنی مجھے اللہ کافی ہے اور وہ بہتر کارساز۔

پھر جب آپ کو آگ میں ڈال دیا تو اللہ نے حکم دیا کہ اے آگ ابراہیم (علیہ السلام) پر ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی ہو جا تو آپ کا چچا بولا کہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے بچالیا تو اللہ تعالیٰ نے آگ کا ایک شرارہ بھیجا جو اس

کے پیر پر پڑا تو اسے جلا ڈالا تو اس اثر میں ابراہیم علیہ السلام کے چچا کی صراحت آئی اور اس میں ایک دوسرا فائدہ ہے اور وہ یہ کہ آپ کا چچا اس زمانہ میں ہلاک ہوا جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا تھا اور قرآن عظیم نے بتایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے لئے دعا مغفرت ترک فرمادی تھی جب انہیں اس کا دشمن خدا ہونا محقق ہوا اور روایتوں میں آتا ہے کہ اس کا یہ حال ان کو اُس وقت کھلا جب وہ مشرک مرا اور اُنہوں نے اس کے لئے اس کے بعد دعائے مغفرت نہ کی اور اپنے چچا کی وفات کے طویل عرصہ کے بعد اُنہوں نے اپنے والدین کے لئے دعائے مغفرت کی ۔تو یہاں سے ظاہر ہوا کہ قرآن میں جس کے کفر اور اس کے لئے دعائے مغفرت سے تبری کا ذکر آیا وہ ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا ان کا پدر حقیقی نہ تھا۔

(۱۲) تفسیر ابنِ کثیر میں ہے فرمایا

قال الضحاك عن ابن عباس ان ابا ابراهيم لم يكن اسمه آزر و انما كان اسمه تارخ رواه ابن ابى حاتم وقال ايضا حدثنا احمد بن عمرو بن ابى عاصم النبيل حدثنا ابى حدثنا ابو عاصم مثيب حدثنا عكرمه عن ابن عباس فى قوله (واذقول ابراهيم لابيه آزر) يعنى يآزر الصنم وابو ابراهيم اسمه تارخ وامه اسمها مثانى وامراة اسمها ساره وام اسمعيل اسمها هاجر وهى سرية ابراهيم وهكذا قال غيرواحد من علماء النسب ان اسمه تارخ خلاصه۔

عبارت یہ ہے کہ آزر کی تفسیر میں ضحاک نے ابن عباس سے روایت کیا اُنہوں نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر نہ تھا بلکہ تارخ تھا اور ضحاک ہی نے اپنی سند سے حضرت ابن عباس سے آزر کی تفسیر میں روایت کیا کہ اُنہوں نے فرمایا آزر صنم کا نام ہے اور ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ اور ماں کا نام مثانی اور بیوی کا نام سارہ اور آپ کی کنیز اُم اسمٰعیل کا نام ہاجرہ ہے اور اسی طرح بہت سے علماء نسب کا قول ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ تھا۔

(۱۳) مفتی محمد شفیع دیوبندی کراچی کی تفسیر معارف القرآن میں تحت آیت ہذا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ہے اور اکثر مورخین نے ان کا نام تارخ بتلایا اور یہ کہ آزر ان کا لقب ہے اور امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اور علماء اہل سنت میں سے ایک جماعت کا کہنا یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ اور چچا کا نام آزر ہے ان کا چچا آزر نمرود کی وزارت کے بعد شرک میں مبتلا ہو گیا تھا اور چچا کو باپ کہنا عربی محاورات میں عام ہے اس محاورہ کے تحت آیت میں آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ فرمایا گیا ہے۔ زرقانی نے شرح مواہب میں اس کے کئی

شواہد بھی نقل کیے ہیں۔

تحقیقی قول

اب اور والد دونوں عربی الفاظ ہیں لیکن عرف عرب وعجم میں "اب" اور "والد" میں فرق ہے۔ "اب" کا لفظ عربی زبان میں والد چچا اور ان کے علاوہ دوسروں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے لیکن والد صرف حقیقی باپ ہی کو کہا جاتا ہے کہ جس کی صلب سے وہ ہو۔ اب مجازاً باپ کو کہا جائیگا لیکن والد صرف اور صرف حقیقی باپ کو کہا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دراصل لغۃً "اب" کے معنی غذا دینے اور تربیت کرنے کے ہیں مثلاً عرب کہتے ہیں

"ابویه"

میں نے اس کو غذا دی

ابوت القوم

میں نے قوم کی تربیت کی

فلان ابا اليتيم

فلاں نے یتیم کی کفالت کی

اسی لئے یہ معنی جس میں ہوگا وہ اب ہے والد، چچا، دادا کو بھی اب کہنے کی یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے بیٹے بھتیجے پوتے کی تربیت، پرورش اور کفالت کرتے ہیں۔ قرآن میں دونوں لفظ بکثرت مستعمل ہیں مثلاً

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ (پارہ ۲۱، سورۃ لقمان، ایت ۱۴)

(پارہ ۲۰، سورۃ العنکبوت، ایت ۸) (پارہ ۲۶، سورۃ الاحقاف، ایت ۱۵)

ترجمہ: اور ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی۔

اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ (پارہ ۲۱، سورۃ لقمان، ایت ۱۴)

ترجمہ: یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

وَّ بَرًّا ۢ بِوَالِدَيْهِ (پارہ ۱۶، سورۃ مریم، ایت ۱۴)

ترجمہ: اور اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے والا تھا۔

اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَالِدَیَّ (پارہ۱۹،سورۃ النمل،ایت۱۹) (پارہ۲۶،سورۃ الاحقاف،ایت۱۵)

ترجمہ: جوتو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر احسان کیے۔

وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ (پارہ۲۶،سورۃ الاحقاف،ایت۱۷)

ترجمہ: اور وہ جس نے اپنے ماں باپ سے کہا اُف۔

وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ

(پارہ۲،سورۃ البقرۃ،ایت۲۳۳)

ترجمہ: اور مائیں دودھ پلائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس اس کے لئے جو دودھ کی مدت پوری کرنی چاہے اور جس کا بچہ ہے اس پر عورتوں کا کھانا پہننا ہے، حسب دستور کسی جان پر بوجھ نہ رکھا جائے گا مگر اس کے مقدور بھر، ماں کو ضرر نہ دیا جائے اس کے بچہ سے، اور نہ اولاد والے کو اس کی اولاد سے، یا ماں ضرر نہ دے اپنے بچہ کو اور نہ اولاد والا اپنی اولاد کو۔

وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ (پارہ۱۶،سورۃ مریم،ایت۳۲)

ترجمہ: اور اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنے والا

عَلَیْكَ وَعَلٰی وَالِدَتِكَ (پارہ۷،سورۃ مائدۃ،ایت۱۱۰)

ترجمہ: اپنے اوپر اور اپنی ماں پر۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ (پارہ۱۳،سورۃ ابراھیم،ایت۴۱)

ترجمہ: اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو۔

وغیرہ والد۔ ولدات والدین والدیہ والدیك ۔ والدی۔ والدہ ۔ والدات ۔ والداتك والدتی۔

والد اور والدہ جہاں بھی قرآن میں آیا ہے صرف حقیقی ماں باپ کے لئے مستعمل ہوا ہے جس کے صلب اور بطن سے بلاواسطہ پیدا ہے جسے فقہی اصطلاح میں اصل قرب کہتے ہیں۔ چچا یا دادی یا نانی کے معنی میں کہیں بھی مستعمل نہیں ہوا اسی طرح لفظ اب کا استعمال بھی قرآن میں بکثرت ہوا ہے مثلاً

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ (پارہ۲۲،سورۃ الاحزاب،ایت۴۰)

ترجمہ: محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں۔

اِنَّ لَهٗ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا (پارہ ۱۳، سورۃ یوسف، ایت ۷۸)

ترجمہ: عزیز اس کے ایک باپ ہیں بوڑھے بڑے۔

فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا (پارہ ۱۳، سورۃ یوسف، ایت ۹۳)

ترجمہ: اسے میرے باپ کے منھ پر ڈالو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔

وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ (پارہ ۱۹، سورۃ الشعرآء، ایت ۸۶)

ترجمہ: اور میرے باپ کو بخش دے۔

يٰٓاَبَتِ (پارہ ۱۲، سورۃ یوسف، ایت ۴) (پارہ ۱۶، سورۃ مریم، ایت ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵)

(پارہ ۲۰، سورۃ قصص، ایت ۲۶) (پارہ ۲۳، سورۃ الصافات، ایت ۱۰۲)

ترجمہ: اے میرے باپ۔

مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ (پارہ ۱۶، سورۃ مریم، ایت ۲۸)

ترجمہ: تیرا باپ برا آدمی نہ تھا۔

يٰٓاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا (پارہ ۱۲، سورۃ یوسف، ایت ۱۱)

ترجمہ: آپ کو کیا ہوا کہ (یوسف کے معاملے میں) ہمارا اعتبار نہیں کرتے۔

وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ (پارہ ۴، سورۃ النساء، ایت ۱۱)

ترجمہ: اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا تہائی۔

كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ (پارہ ۸، سورۃ الاعراف، ایت ۲۷)

ترجمہ: جیسا تمہارے ماں باپ کو بہشت سے نکالا۔

ان صیغوں کے ساتھ سو سے زائد مقامات میں مستعمل ہوا ہے لیکن کہیں حقیقی والد کے لئے مستعمل ہوا ہے جیسے فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ (پارہ ۱۳، سورۃ یوسف، ایت ۹۳) (اسے میرے باپ کے منھ پر ڈالو۔) اور کہیں والد دادا پر دادا وغیرہ کے لئے جیسے وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ (پارہ ۴، سورۃ النساء، ایت ۲۲) (اور باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو۔) اور کہیں والد، دادا اور چچا کے لئے مستعمل ہوا ہے جیسے

قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا (پارہ ۱، سورۃ البقرۃ، ایت ۱۳۳)

ترجمہ: بولے ہم پوجیں گے اسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے والدوں ابراہیم واسمٰعیل واسحاق کا ایک خدا۔

ان سب کو یعقوب علیہ السلام کے آباء میں شمار کیا گیا ہے۔ ہماری اس طویل بحث سے ان جاہلوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ لفظ اب صرف والد ہی کے معنی میں مستعمل ہے نری جہالت ہے بلکہ چچا کے معنی میں بھی عرب میں اس کا استعمال شائع وذائع ہے اور قرآن میں بھی محاورہ عرب کے مطابق ہی استعمال ہے۔

لفظ اُم کے استعمالات

لفظ اُم کا استعمال کہیں والدہ کے لئے ہوا ہے جیسے فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ (پارہ ۴، سورۃ النساء، ایت ۱۱) (تو ماں کا تہائی۔) اور کہیں والدہ، دادی، پردادی، نانی، پرنانی وغیرہ کے لئے مستعمل ہوا ہے جیسے حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ (پارہ ۴، سورۃ النساء، ایت ۲۳) (حرام ہوئیں تم پر تمہاری مائیں۔) اور کہیں دودھ پلانے والی رضاعی ماں کے لئے جیسے وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ (پارہ ۴، سورۃ النساء، ایت ۲۳) (اور تمہاری مائیں جنہوں نے دودھ پلایا۔) الحاصل والد اور والدہ کا استعمال صرف حقیقی ماں باپ کے لئے ہے اور ''اب'' و ''ام'' کا استعمال باپ، دادا، پردادا، ماں، دادی، نانی اور چچا وغیرہ کے لئے آیا ہے۔ (عجمی محاورہ)

جس طرح عربی محاورہ میں لفظ اب کا استعمال والد، دادا اور چچا وغیرہ کے لئے آتا ہے اُسی طرح اُردو زبان میں باپ اور ابا کا استعمال بھی والد اور چچا وغیرہ ہوتا ہے۔ یہ میرے بڑے باپ اور بڑے ابا ہیں یہ میرے چھوٹے باپ یا چھوٹے ابا ہیں۔ عام طور پر بولا جاتا ہے جو بڑے چچا اور چھوٹے چچا کے لئے مستعمل ہے اس سے وہی انکار کرے گا جو اُردو محاورہ سے نابلد ہے۔

مشاہدہ عام

دورِ حاضر و سابقہ ہر طرح سے مشاہدہ ہے کہ غیر اب کو اب (باپ) ابو، ابا جان ابو وغیرہ سے بلایا جائے تو وہ بہت خوش ہوتا ہے اور یہ اسے شفقت دلانے کے لئے ہوتا ہے۔ سفر حج کے دوران ایک دفعہ بدو بگڑ گیا ہمارے رفقاء میں سے ایک کسی نے کہا

ابو یه ارحم

بدو سنتے ہی سارا غصہ نہ صرف پی گیا بلکہ ہمارے مدعا و مقصد کو احسن طریق سے پورا کیا۔

خلاصہ یہ کہ لفظ والد صرف اور صرف حقیقی باپ کے لئے مستعمل ہوتا ہے بخلاف اب کے کہ یہ قرآن واحادیث اور محاوراتِ عرب وعجم میں اس کا استعمال باپ کے سوا متعدد لوگوں پر آتا ہے۔

اب کے معانی

حقیقی باپ، دادا، چچا ان تینوں کو قرآن مجید میں یکجا بیان کیا گیا ہے پارہ نمبر 1 سورۃ البقرہ میں ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے پوچھا

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ (پارہ ۱، سورۃ البقرۃ، ایت ۱۳۳)

ترجمہ: میرے بعد کس کی پوجا کروگے۔

قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا (پارہ ۱، سورۃ البقرۃ، ایت ۱۳۳)

ترجمہ: بولے ہم پوجیں گے اسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے والدوں ابراہیم واسمٰعیل واسحاق کا ایک خدا۔

اس آیت میں

اسمٰعیل علیہ السلام کو یعقوب علیہ السلام کے آباء میں شمار کیا ہے جبکہ وہ چچا تھے اور اسحاق دادا۔

خود حضور ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا

ردوا علی ابی

میرے چچا (عباس) کو میری طرف لاٹاؤ (واپس لے آؤ)

اس حدیث میں صاف ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اب (باپ) فرمایا حالانکہ صرف عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے مربی بھی نہ تھے۔ دادے کے پردادے، پشتوں تک

مَاوَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا (پارہ ۷، سورۃ المآئدۃ، ایت ۱۰۴)

ترجمہ: جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔

اس آیت میں کئی پشتوں تک داداؤں کو اب کہا گیا ہے۔

استاد، مرشد، سسر کو اب کہا جاتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے

آبائك ثلاث من ولدك ومن علمك ومن زوجك خير الآباء من علمك۔

تیرے تین باپ ہیں (۱) جس نے تجھے جنا (۲) جس نے تجھے پڑھایا (۳) جس نے تجھے بیاہا۔

فائدہ

مرشد جو روحانی تربیت کرتا ہے وہ استاد کی مانند بلکہ اس سے بڑھ کر ہے۔

(۱) محبّ جیسے ابو ہریرہ سیدنا ابو ہریرہ بلیوں کے باپ نہ تھے بلکہ ان سے محبت کی وجہ سے آپ کا نام ابو ہریرہ ہے۔

(۲) جو شے کسی میں بکثرت پائی جیسے ابو حنیفہ۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوئی صاجزادی نہ تھی لیکن چونکہ آپ کے سامنے طلبہ و تلامذہ کی دواتیں بکثرت ہوتی تھیں اسی لئے آپ کی کنیت ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور ہوئی۔

(۳) معمولی سی نسبت سے بھی اب کہا جاتا ہے جیسے سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابو تراب ہے۔

(۴) ماموں کو بھی اب کہتے ہیں۔

(۵) قوم کے سردار کو بھی اب کہتے ہیں جیسے ابوالوہابیہ

(۶) ہر وہ شخص جو کسی کے عالم وجود میں لانے کا سبب ہوا سے اب کہتے ہیں اسی لئے حضور ﷺ کا ایک اسم ابوالارواح ہے۔

(۷) جو کسی کے ظہور و اصلاح کا سبب بنے وہ بھی اب کہلاتا ہے اسی لئے ہر علاقہ کا مصلح عالم دین اس علاقہ کا اب ہے یوں ہی استاد و معلم جیسے گزرا۔

نکتہ

آیت "لابیہ آزر" میں اب کے بعد آزر لانے کی ضرورت کیا ہے اتنا کافی تھا

لِاَبِیْهِ اٰزَرَ (پارہ ۷، سورۃ الانعام، ایت ۷۴)

ترجمہ: اپنے باپ آزر سے۔

آگے آزر کا اضافہ اسی فرق کے لئے ہے کہ اب اور ہے۔ عام محاورہ میں کسی نے کبھی نہیں کہا کہ اس کے باپ بشیر نے کہا اس کے باپ نذیر نے کہا معلوم ہوتا ہے ابراہیم کے حقیقی باپ تارخ تھے اور تربیت و پرورش کے لحاظ سے باپ آزر مشہور ہوئے۔ اسی لئے یہ آیہ کریمہ میں نام آزر کی وضاحت کردی یہی وضاحت اس امر کی دلیل ہے۔ حقیقی باپ دوسرے ہیں۔

توضیح

جہاں آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اب کہا گیا ہے وہاں تاریخ میں آپ کا نانا بھی کہا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے

کہ جو کسی کے زیر تربیت ہوتا ہے وہ اس کا اب مشہور ہوتا ہے اور یہی دستور زمانہ سابقہ میں عام تھا۔ کتب سماویہ اور توراۃ اور انجیل وغیرہ میں لکھا ہے کہ عوام حق تعالیٰ کو اپنا اب باپ کہتے اور وجہ یہ بتاتے کہ اللہ سب کا پالنے والا اور پرورش کرتا ہے۔ اسی طریق سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ کو اب کہتے وہ خود بھی اللہ کو اب کہہ دیتے تھے بوجہ تربیت کے۔ اسی شبہ میں پڑکر عیسائیوں نے خدا تعالیٰ کو حقیقی باپ بنا دیا حالانکہ وہ تو مجازاً اب بمعنی تربیت کنندہ کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے لئے آزر کو اب کہا کہ حسب دستور بوجہ تربیت ابراہیم علیہ السلام آزر کو اب (باپ) کہتے تھے۔ محاورہ کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے لئے فرمایا

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ (پارہ ۷، سورۃ الانعام، ایت ۷۴)

ترجمہ: خبردار اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا۔

مجازی معنی اب بمعنی چچا مراد ہے نہ کہ حقیقی باپ

سوال

جیسے تم نے تفاسیر وغیرہ کے حوالے دے کر اپنا مؤقف موثق کیا ہے یوں ہی مخالفین بھی بعض تفاسیر وغیرہ کے حوالے دیتے ہیں جن میں صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ تھا۔

جواب

یہ ایک تاریخی مسئلہ ہے عرصہ دراز گزرنے پر اسماء میں التباس پڑتا رہتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام کی روئے زمین پر تشریف آوری کے تقریباً سوا تین ہزار سال بعد نمرود بن کنعان بن کوش بن سام کے دور پر فتن میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ماہ ذی الحجہ میں ہوئی۔ خاتم الانبیاء حضور محمد ﷺ کا سلسلہ نسب مبارک تقریباً ۲۹ واسطوں سے ان تک پہونچتا ہے اور وہ حضور ﷺ کے اجداد میں شامل ہیں۔ اسی بناء پر اختلاف ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے والد کون تھے؟ اس سلسلہ میں مفسرین، مورخین، اصحاب سیر، نسابین اور اہل لغت کے اقوال مختلف ہیں۔ یہ عظیم اختلاف بلحاظ امتداد زمانہ وطول مدت ناگزیر بھی تھا بالخصوص ایسی صورت میں جبکہ بقول بعض مورخین نمرود کو بعض کاہنوں نے خبر دی تھی کہ ایسا شخص پیدا ہونے والا ہے جو دین شاہی کا مخالف ہوگا۔ بتوں کو توڑ دے گا نمرود نے یہ سن کر لڑکوں کے قتل کرنے کا حکم عام دیدیا تھا۔ جب ابراہیم علیہ السلام کی ولادت کا زمانہ قریب آیا تو آپ کی والدہ نے ایک غار میں جا کر وضع حمل کیا اور اسی غار میں پرورش پاتے رہے۔ آپ کی والدہ روزانہ وہاں جا کر دودھ پلایا کرتی تھیں۔

آپ کی ولادت کا حال آپ کے والد سے پوشیدہ تھا یا معلوم تھا لیکن نمرود کے خوف سے پوشیدہ رکھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک دن میں اس قدر بڑھتے تھے جس قدر اور لڑکے ایک ماہ میں نشو ونما پاتے ہیں۔ تھوڑے ہی دنوں میں آپ جوانی کے قریب پہونچ گئے اور اس کے بعد ہی اپنے باپ کے ساتھ شام کے وقت غار سے نکل کر آبادی میں تشریف لائے۔ (مرآۃ الانساب)

ایسی صورت میں یہ ظاہر ہے کہ والدین کے نام بھی پوشیدہ رکھے گئے ہونگے اور عام لوگوں پر یہ ظاہر نہ ہوگا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین کون تھے؟ جس طرح حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی پرورش فرعون کے گھر ہوئی لیکن ان کے والدین کے نام میں آج بھی شدید اختلاف موجود ہے۔

نتیجہ ظاہر ہے کہ بعض نے ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر بتایا۔ بعض نے کہا مؤرخین ونسابین کے نزدیک ان کے والد تارخ تھے۔ بعض نے کہا کہ نسابین کا اجماع ہے کہ والد کا نام تارخ تھا۔ بعض نے کہا کہ کتابِ الٰہی توراۃ میں والد کا نام تارخ ہے، بعض نے کہا کہ ایک شخص کے دو نام ہو سکتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اصلی نام تارخ ہو اور لقب آزر یا اصلی نام آزر ہو اور تارخ لقب۔ بعض نے کہا آزر بت کا نام تھا بچاری کو اسی نام سے موسوم کیا گیا۔ بعض نے کہا کہ آزر نہ تو باپ کا نام تھا اور نہ بت کا نام بلکہ آزر کا معنی کج رو، خطا کار ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پجاری کو اس کی اہانت کے طور پر اس وصف سے خطاب کیا۔ بعض اصحابِ تحقیق نے کہا والد کا نام تارح یا تارخ تھا اور آزر یا تو ان کا ہی دوسرا نام تھا یا دوسرا شخص ہے جو ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا۔

فائدہ

جب اختلافِ اقوال کا یہ عالم ہے تو کوئی بھی شخص کسی بھی ایک قول سے متعلق دو چار دس کتابوں کے حوالہ جات نقل کر کے یہ کہے کہ میرے نزدیک یہی قول راجح ہے یہی حق ہے۔ لیکن اہل فہم پر عیاں ہے کہ محض حوالہ جات نقل کر دینے کے بعد راجح بتا دینے سے اس قول کا حق ہونا ثابت نہ ہوگا کیونکہ دوسرے قول پر بھی حوالہ جات مل جائیں گے تو کیا سارے متضاد اقوال کو حق کہہ دیا جائے گا؟ ہرگز نہیں یہ کوئی حکم فقہی عملی نہیں کہ مجتہدین کے اختلافات کے باوجود اپنے عمل کے لئے ہر ایک قول کو حق اور واجب العمل کہا جائے گا۔ بلکہ یہ تو ایک واقعہ ہے کہ آزر چچا تھا یا والد؟ یہاں دو باتوں میں ایک ہی حق ہو سکتی ہے۔ دونوں باتوں کو حق نہیں کہا جا سکتا بہرحال محض حوالہ جات کے نقل سے مدعی ثابت نہ ہوگا۔ بلکہ کثرتِ اقوال بھی بلا دلیل وجہ ترجیح نہیں۔ ہاں نقل اقوال کے ساتھ اگر قوتِ دلیل بھی شامل ہے تو بلاشبہ وہی

راجح اور حق ہے خواہ کثرتِ اقوال پر مشتمل ہو یا قلت اقوال پر۔

فیصلہ

جب ہمارے اور مخالفین کے حوالہ جات میں اختلاف ہے تو ان حوالہ جات سے مسئلہ کا حل نہ ہوا کیونکہ

بقاعدہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال

پھر ہم نے احتمال کو قرآن واحادیث و دیگر دلائل سے مضبوط کیا ہے

اسی لئے ہمارے حوالہ جات صحیح اور حق ہیں اور مخالفین کے حوالے غلط اور باطل ہے۔

سوال

ابراہیم علیہ السلام کے والد کے ایمان پر قطعی اجماعی نہیں جب اس کا ایمان صریح آیات واحادیث میں نہیں تو پھر جھگڑا کیا ہے

جواب

فقیر ابتدا میں عرض کر چکا ہے اُصول الرسول صلی اللہ علیہ وسلم باستثناء انبیاء علیہ السلام کا ایمان ظنیات سے ہے اور ظنیات کے لئے تصریحات نہیں ہوتیں جیسا کہ اُصول کی کتب میں مصرح ہے۔

الزامی جواب

مانا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد کے ایمان کا مسئلہ قطعی واجماعی نہیں ہے لیکن سوال ہے کہ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا کفر قطعی الثبوت وقطعی الدلالۃ اور اجماعی ہے؟ کیا دورِ ابراہیم سے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر کوئی خبر متواتر ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا والد آزر ہی تھا۔ایک بھی خبر متواتر قطعی الدلالۃ پیش نہیں کر سکتے بلکہ ایک حدیث صحیح پیش نہیں کر سکتے۔جو صریح ہے وہ ہرگز صحیح نہیں اور جو صحیح ہے وہ صریح نہیں۔اسی لئے دونوں جانبیں برابر رہیں یعنی نہ صراحۃً ابراہیم علیہ السلام کے والد کے لئے ایمان کا کہا جا سکتا ہے اور نہ ہی آزر کے لئے تصریح سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ واقعی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد تھا۔ان دونوں میں والد ابراہیم علیہ السلام کے ایمان کے دلائل دوسرے ہیں جو ہم نے پہلے عرض کئے ہیں۔

سوال

جن احادیث سے تم نے استدلال کیا ہے۔ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشتوں میں سے منتقل ہونا صرف چند انبیاء علیہم

السلام کا ذکر منصوص ہے چنانچہ تم نے شفاء شریف اور بخاری کی حدیث نقل کی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

قال رسول اللہ ﷺ فاھبطنی اللہ الی الارض فی صلب آدم وجعلنی فی صلب نوح وقدف بی فی صلب ابراھیم ثم لم یزل ینقلنی من الاصلاب الکریمۃ ولا رحام الطاھرۃ حتی اخرجنی من ابوی۔

رسول اللہ ﷺ نے اس میں صرف انبیاء کرام کا ذکر فرمایا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نورِ مصطفوی صرف انبیاء کرام میں منتقل ہوا۔ والد حضرت ابراہیم علیہ السلام میں منتقل نہ ہوا لہٰذا اگر آزر کو والد قرار دیں اگر چہ وہ مشرک ہے کسی حدیث سے کوئی تعارض نہیں معلوم ہوتا۔ علاوہ ازیں تم نے حدیث کے خصوص کو اپنی طرف عام کیا ہے جو کوئی شرعی قاعدہ ہے بلکہ ایجادہ بندہ ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں۔

جواب تحقیقی

ان انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر خیر ان کی شہرت وافضیلت کی وجہ سے لیا گیا ورنہ انہیں بعض انبیاء علیہم السلام جو حضور ﷺ کے سلسلہ نسب مبارک میں امہات شامل ہیں ان کا تذکرہ نہیں ہے مثلاً شیث علیہ السلام، ادریس اور اسماعیل کا کوئی ذکر نہیں جبکہ بلاشبہ یہ بھی آباء واجداد کرام میں شامل ہیں اور نور مصطفوی ان میں منتقل ہوا۔ نیز ابراہیم علیہ السلام سے قبل امہات کے ارحام طاہرہ کا بھی تذکرہ نہیں ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کے اس ارشادِ گرامی کا ہرگز یہ منشاء نہیں ہے کہ میرا نور صرف ان انبیاء کرام کے اصلاب کریمہ میں منتقل ہوا۔ باقی دوسرے آباء واجداد اور امہات وجدات کے اصلاب کریمہ اور ارحام طاہرہ میں منتقل نہ ہوا۔

الزامی جواب ۲

ہمارا سوال ہے کہ حضرت آدم کے وصال کے بعد اور نوح علیہ السلام کی ولادت سے قبل اس درمیان میں نورِ محمدی عالم دنیا میں رہا یا عالم برزخ یا عالم بالا میں؟ اسی طرح نوح علیہ السلام کے وصال کے بعد اور ابراہیم علیہ السلام کی ولادت سے قبل نور مصطفوی کہاں رہا؟

جواب نمبر ۳

نیز مخالف نے دلیل مخالف کے طور نکالی ہے اور قرآن وحدیث میں مفہوم مخالف معتبر نہیں۔ لہٰذا اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ غیر انبیاء میں نورِ مصطفوی منتقل نہ ہوا۔ من ادعی خلافہ فعلیہ البیان (ج) اس ارشادِ پاک کا

مقصد صرف عظمت وشرافت نسب کا اظہار ہے جو چند جلیل القدر والرتبت انبیاء کرام علیہم السلام کے تذکرہ سے حاصل ہے۔(د) الاحادیث بعضها موضحة لبعضها ایک حدیث کی وضاحت دوسری حدیث سے ہوجاتی ہے۔ ملاحظہ ہو حدیث بخاری شریف جو بعینہٖ اسی کتاب الشفاء میں بھی منقول ہے

بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی کنت فی القرن الذی کنت فیه

اس میں انبیائے کرام کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ یہ ہر قرن ہر زمانہ کے آباء وامہات انبیاء وغیر انبیاء سب کو عام وشامل ہے۔

"قرنا و فقرنا" کے الفاظ میں اس بات کی تاکید ہے کہ ہر قرن ہر زمانہ میں تمام آباء واجداد، امہات کے اصلاب کریمہ وارحام طاہرہ میں نورِ مصطفوی منتقل ہوتا رہا اس میں ابراہیم علیہ السلام سے قبل یا بعد کسی بھی اب وجد کی تخصیص نہیں۔ نہ عام غیر مخصوص منه البعض کی تخصیص جائز ہے اور نہ ہی کسی مطلق کی تقیید جائز۔ لہٰذا یہ ثابت کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد میں بھی نورِ مصطفوی منتقل ہوا اور یہی ہمارا مدعا ہے اور الحمد للہ دلائل کی روشنی سے ثابت ہوا کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہ تھا بلکہ چچا تھا۔

فقط والسلام

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علیٰ حبیبه الکریم الامین وعلیٰ آله الطیبین واصحابه الطاهرین

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

☆--......×××--......☆